سہ ماہی ”تحقیق و تجزیہ“ (جلد 3، شمارہ:4)، اکتوبر تا دسمبر 2025ء

Critical Theories Of Dr Syed Abdullah:Principles, Application And Theoretical Construction

ڈاکٹر سید عبداللہ کے تنقیدی نظریات:اُصول، اطلاق و نظریاتی تشکیل (اشاراتِ تنقید کے تناظر)

Mansoor Khan *[1]
Lecturer, Department Of Urdu, Government Post Graduate Collge, Charsada
Asma Tahir *[2]
Lecturer Urdu, GGDC, Bacha Khan, Kohat Road, Peshawar
Shumaila Jabeen *[3]
PhD Scholr, Department Of Urdu, University of Peshawar

☆[1] **منصور خان**
لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، چارسدہ
☆[2] **اسما طاہر**
لیکچرار اردو، جی جی ڈی سی ، باچا خان ،کوہاٹ روڈ، پشاور
☆[3] **شمائلہ جبیں**
پی ایچ ڈی سکالر،شعبہ اردو، یونیورسٹی آف پشاور

Correspondance: mansoorsahil.urdu@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 20-10-2025
Accepted:21-12-2025
Online:31-12-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of

ABSTRACT: Dr. Syed Abdullah is a foundational figure in Urdu criticism. His work is a key pillar in the field. He deeply explored the nature of poetry and also mastered other areas. These include the role of criticism, comparing Eastern and Western ideas, and literature's social purpose. His methods are balanced, connecting tradition with modernity. Most of his writings focus on classical literature, showing his classicist roots. However, he was also fully in tune with modern principles. He created a unique blend of the old and the new.
This research will provide an analytical study of his major critical theories from his book,

the Creative Common Attribution (CC BY) license

Isharat-e-Tanqeed. The analysis will be based directly on the original text of his work.

KEYWORDS: Criticism, Nature of Poetry, Emotion and Imagination, Depth of meaning, Duties of critic, Relation between Poetry And Society, Difference Between prose and poetry, Eastern And Western Criticism.

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کی ولادت ۵ اپریل ۱۹۰۶ء کو مانسہرہ میں ہوئی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، میٹرک لاہور سے کیا، اور بعد ازاں بی اے، ایم اے (فارسی)، اور ایم اے (عربی) کی ڈگریاں مکمل کیں۔ ان کی علمی و پیشہ ورانہ سرگرمیاں بنیادی طور پر جامعہ پنجاب کے ساتھ منسلک رہیں۔ جہاں انہوں نے لیکچرر کے عہدے سے آغاز کیا، اور ینٹل کالج لاہور کے پرنسپل کے فرائض انجام دیے نیز عربی اور فارسی کے شعبہ جات کی صدارت بھی کی۔ ادبی میدان میں انہوں نے تقریباً ۳۰ کتابیں تصنیف کیں جن میں اردو تاریخ اور تنقیدی ادب پر کام خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۴ اگست ۱۹۸۶ء کو لاہور میں ان کا انتقال ہوا۔

تصانیف:

1۔ ولی سے اقبال تک

۲۔ سرسید اور ان کے رفقا کی نثر کا تنقیدی جائزہ

۳۔ وجہی سے عبدالحق تک

۴۔ نقدِ میر

۵۔ رمزِ اقبال

۶۔ اعجازِ اقبال

۷۔ نقدِ میر

۸۔ مباحث

۹۔ نئے اور پرانے چراغ

۱۰۔ اطرافِ غالب

۱۱۔ اشاراتِ تنقید۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ کے تنقیدی سرمائے کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ ان کی بیشتر تحریریں کلاسیکی ادب سے متعلق ہیں جن سے ان کے تنقیدی مزاج کی کلاسیکی بنیاد کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ جدید تنقیدی اصولوں سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہیں بلکہ انہوں نے اپنی تنقید میں کلاسیکیت اور جدت کا منفرد امتزاج پیش کیا ہے۔ یہ آرٹیکل ڈاکٹر سید عبد اللہ کی تصنیف "اشاراتِ تنقید" میں پیش کیے گئے ان کے تنقیدی نظریات کا جامع جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس بابت ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں: (مفہوم) ان کی تنقید کا مزاج اپنی کلاسیکی شان اور تہذیبی رچاؤ کے باعث ممتاز ہے، جس میں اسلام اور پاکستانیت کی روحانی حیات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے نہ صرف تنقید کو تہذیبی وضعداری اور فکری گہرائی سے نوازا بلکہ اس کے ذریعے ادب کے افق کو ایسا تابناک کیا کہ وہ علم و حکمت کے نور سے ہمیشہ کے لیے جگمگانے لگا۔[1] اسی طرح امین الحق ہاشمی ان کی تنقید کے بارے میں لکھتے ہیں:

> سید عبد اللہ کے تقیدی محل کے چار ستون یا اصول ہمیں تفتیش تحقیق تحلیل و تجزیہ، آپ ان اصول پر عمل کرتے ہوئے جب تک کسی چیز پر مکمل عبور حاصل کر کے اس کی تہ تک نہیں پہنچ جاتے اس وقت تک اس پر کسی قسم کی تنقید کرنا جائز نہیں سمجھتے اور جب تنقید کے لیے قلم اٹھاتے تو خلوص نیت اور غیر جانبداری کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، کیونکہ ان کا تنقید کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ تنقید میں نقاد کی نیت اور اس کی ذات کو بڑا دخل ہوتا ہے۔[۲]

لہٰذا اس تحقیق میں "اشاراتِ تنقید" کے اصل متن کو بنیاد بنا کر ان کے افکار کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ اشارات تنقید" میں ادبی تنقید کے بنیادی مباحث کے ساتھ ساتھ مشرقی و مغربی تنقیدی روایات کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

مغربی تنقید کے تحت درج ذیل اہم نظریات شامل ہیں؛ افلاطون: ((الہام کا نظریہ، شاعری پر تنقید، فن کی حیثیت سے نقل کی مذمت، شاعر کی علمی کمزوریوں پر تنقید)، ارسطو(المیہ کی تعریف، المیہ کے جذباتی اثرات کے ذرائع، فنِ شاعری سے متعلق بنیادی مباحث)، لان جائنس: (ادبی عظمت کے نئے معیارات، تخلیقی بلندی کے عناصر)، سر فلپ سڈنی(تخیل اور امکان کی تھیوری، ادب کی جذباتی اثر انگیزی)بن جانسن (کلاسیکی اصولوں کی بحالی، فطری صلاحیتوں کا حامل شاعر) ، بوئیلو(فرانسیسی کلاسزم کا نمائندہ، فن میں ضابطہ بندی کی اہمیت)، ڈرائیڈن (ڈرامائی شاعری کی خوبصورتی، "ایسی اینڈ ڈرامیٹک پوئٹری" کا تنقیدی مطالعہ)جانسن (ڈرائیڈن کے خیالات کی تشریح و توسیع)، ورڈزورتھ: (فطرت اور انسانی جذبات کا امتزاج، شاعری کو علم قرار دینا، سادہ زبان کی ترویج) کولرج: (تخیل کی اقسام (اولین و ثانوی)، نظم و نثر کا فرق) شیلے (شاعری کو روحانی تجربہ قرار دینا، تخلیقی مسرت کی عکاسی)، ساں بوا (ادب کو سائنسی انداز میں پرکھنا، نقاد کی ذمہ داریاں) آرنلڈ (تنقید کو زندگی کا آئینہ گردانا، نقاد کے فرائض) ، رسکن (فن اور اخلاقیات کا گہرا ربط، فنکار کی معلمانہ حیثیت)

کروشے (جمالیاتی تجربہ، فن کی لطیف تفہیم) آئی۔اے۔رچرڈز (شاعری کی نفسیاتی جہت، سائنس اور شاعری کا تقابل)
،ٹی۔ایس۔ایلیٹ (کلاسیکی اقدار، روایت کی اہمیت، ادب کا ثقافتی کردار)

مشرقی تنقید کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ نے بلاغت اور جمالیات کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے اس کے فنی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے عربی وار دو تنقید کی روایت کو اجاگر کرتے ہوئے درج ذیل ناقدین کے نظریات کا احاطہ کیا ہے:

جاحظ (عقل و منطق کی بنیاد پر تنقید، بلاغت کی اہمیت) ، ابن قتیبہ (شاعری کی حقیقی ماہیت، عملی تنقید کے نمونے)قدامہ بن جعفر (لفظی و معنوی خوبیاں، شعر میں مبالغے کا جواز)،ابن رشیق (شعر کے بنیادی اجزاء (لفظ، معنی، وزن، قافیہ)،ابن خلدون (شاعری کو محنت اور مہارت کا ثمر قرار دینا)، مولانا آزاد ("آبِ حیات" میں تذکرہ نگاری اور تنقیدی بصیرت) امام اثر ("کاشف الحقائق" میں تنقیدی جہات) شبلی نعمانی ("شعر العجم" میں جمالیاتی اقدار، محاکات کی تشریح) دیگر اہم ناقدین: عبدالرحمن بجنوری، مہدی افادی، وحید الدین سلیم، محی الدین قادری زور، نیاز فتح پوری، آل احمد سرور، کلیم الدین احمد، احتشام حسین، حسن عسکری، ممتاز حسین۔ یہ کتاب مشرق و مغرب کے تنقیدی افکار کا ایک جامع اور منظم مطالعہ پیش کرتی ہے، جس میں فنی، جمالیاتی اور علمی پہلوؤں کو یکجا کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کا تنقیدی طریقہ کار سائنٹفک اصولوں پر مبنی ہے۔ (سائنٹفک تنقید سے مراد وہ تنقیدی عمل ہے جس میں تاثرات، جذبات اور تخیل کو پس پشت ڈال کر عقلی و تجرباتی بنیادوں پر ادبی تخلیق کا تجزیہ کیا جاتا ہے یا پھر سائنسی علوم کی روشنی میں اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔) ڈاکٹر سید عبداللہ کی تنقید بھی انہی سائنٹفک اصولوں کی پابند نظر آتی ہے، جس میں وہ عقلی استدلال اور تجرباتی شواہد کی بنیاد پر ادبی متن کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں۔ اس طرح کے تنقیدی رویے میں موضوعیت کے بجائے غیر جانبدارانہ اور معروضی انداز اپنایا جاتا ہے، جس سے ادب کی تفہیم زیادہ واضح اور منطقی ہو جاتی ہے۔ اشارات تنقید میں ادب کی تفہیم کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ یوں رقم طراز ہیں:

> "ادب وہ فن لطیف ہے، جس کے ذریعے ادیب جذبات و افکار کو اپنے خاص نفسیاتی و شخصیاتی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے بلکہ الفاظ کے واسطے سے زندگی کے داخلی و خارجی حقائق کی روشنی میں ان کی ترجمانی و تنقید بھی کرتا ہے جن سے سامع و قاری کا جذبہ و تخیل بھی تقریباً اسی طرح متاثر ہوتا ہے، جس طرح خود ادیب کا اپنا تخیل اور جذبہ متاثر ہو۔ (۳)

اس تعریف کو بنیاد بنا کر اس کے کلیدی پہلوؤں کی تشریح کی جائے گی۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک ادب ایک لطیف فن ہے، جو فنونِ لطیفہ کا ایک اہم حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ ادب وہ فن ہے جو نہ صرف جمالیاتی تجربے سے ہمکنار کرتا ہے بلکہ قاری کو گہری روحانی مسرت اور اطمینان بھی بخشتا ہے۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب ادب کے تخلیقی و جمالیاتی پہلوؤں کو مرکزی اہمیت دیتے ہوئے اس کی افادیت اور تاثیر پر زور

دیتے ہیں۔ جذبات وافکار سے مراد ادب میں فنکارانہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ گہرے فکری پہلوؤں کا ہونا ہے، جہاں تخلیق کے ذریعے نہ صرف جمالیات کو اجاگر کیا جاتا ہے بلکہ معنی خیز خیالات اور انسانی تجربات کی عکاسی بھی کی جاتی ہے۔

ادب میں مصنف کی ذات اور اس کے داخلی کیفیات کو نمایاں کرنا نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک، ادب اور نفسیات کا گہرا تعلق ہے کیونکہ ادب انسانی سماج اور فرد کی داخلی دنیا کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جب کوئی فن پارہ تخلیق کیا جاتا ہے تو اس میں مصنف کی شخصیت، اس کے جذبات، خیالات اور نفسیاتی رجحانات بھی بے ساختہ عکس پذیر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ادبی تخلیق نہ صرف فنکار کے ذہن و دل کی ترجمانی کرتی ہے، بلکہ انسانی فطرت کے گہرے نفسیاتی پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ سید عبداللہ ادب میں لفظیات اور اسلوب کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں، جبکہ نظم و نثر کو ادب کی ذیلی اصناف کے بجائے تخلیقی اظہار کے ذرائع سمجھتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر دوسرے ناقدین سے مختلف ہے، جو عام طور پر نظم اور نثر کو ادب کی الگ الگ اقسام کے طور پر دیکھتے ہیں۔ سید عبداللہ والٹیئر پیٹر کے نظریے کی روشنی میں ادب کی درجہ بندی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ادب کی دو بنیادی قسمیں ہیں :اچھا ادب: وہ ادب جس میں صرف فنی حسن اور لفظی خوبصورتی پائی جائے، یعنی محض اسلوبیاتی کمال ہو۔

اعلیٰ ادب: وہ ادب جس میں نہ صرف فنکارانہ جمالیات موجود ہو، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ گہری فکری اور معنوی عظمت بھی پائی جائے۔ اس طرح، سید عبداللہ کے نزدیک حقیقی ادب وہ ہے جو محض الفاظ کی بازی گری تک محدود نہ ہو، بلکہ جس میں گہرائی، فکری رفعت اور جمالیاتی اقدار کا امتزاج ہو۔

> "ہر ادب کا کارنامہ نظم میں ہو گا یا پھر نثر میں۔ لہٰذا نظم اور نثر ادب کے
> وسائل اظہار ہیں نہ کہ انواع۔ (۴)

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک ادب کی پیشکش کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ قاری پر وہی اثرات مرتب ہوں جو معاشرے نے ادیب پر کیے ہیں۔ وہ ادب کو ایک ایسا آئینہ سمجھتے ہیں جو نہ صرف زندگی کی عکاسی کرتا ہے بلکہ اس پر تنقیدی نظر بھی پیش کرتا ہے۔ ان کے خیال میں کامیاب ادب وہ ہے جو قاری اور ادیب کے درمیان فکری ہم آہنگی پیدا کرے، جس سے پڑھنے والا خود کو فن پارے کے تجربات میں شریک محسوس کرے۔ ڈاکٹر صاحب ادب کو معاشرے کا ترجمان مانتے ہیں، جس کا کام نہ صرف حالات کی تصویر کشی کرنا ہے، بلکہ سماجی حقائق کو تنقیدی نظر سے پرکھنا بھی ہے۔ ان کے نزدیک ادبی تخلیق تب ہی کامیاب ہوتی ہے جب وہ قاری کے ذہن و دل پر اسی طرح اثر انداز ہو جس طرح ادیب خود معاشرے سے متاثر ہوا ہوتا ہے۔

ادب میں حسن کے تصور کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا نقطہ نظر نہایت وقیع ہے۔ وہ حسن کو محض ظاہری خوبصورتی یا جمالیات تک محدود نہیں رکھتے، بلکہ اسے "معنی کے اظہار" کا ایک ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ یہ تعریف حسن کے بارے میں روایتی خیالات سے ہٹ کر ایک گہرے فکری اور تخلیقی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ درحقیقت حسن کا معیار ہر فرد کے لیے مختلف ہو سکتا ہے۔ کسی کے نزدیک یہ محض ظاہری خوبصورتی اور جمالیات کا نام ہے تو کوئی اسے دیکھنے والے کی ذاتی نظر اور

تاثر سے جوڑتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حسن کا اصل جوہر "اظہارِ معنی" میں پنہاں ہے یعنی وہ خوبصورتی جو کسی چیز کے گہرے مفہوم اور اس کے ابلاغ کو نمایاں کریں۔ یہ نظریہ ادب اور فنون میں حسن کی تفہیم کو ایک نئے اور معنی خیز انداز سے پیش کرتا ہے۔

> اگرچہ حسن صورت میں اُس مضمون و موضوع کا بھی حصہ ہوتا ہے جو کسی ادیب کے پیش نظر ہوتا ہے مگر حسن کی نمود مضمون میں نہیں بلکہ صورت میں ہوتی ہے۔ کسی ادب پارے کے حسن کا مطلب یہ ہے کہ: وہ ادب پارہ مجموعی نوعی صورت کے اعتبار سے اس نوع کے تقاضے پورے کرتا ہو۔ مجموعی ہم آہنگی کے ذریعے وحدت پیدا ہو جائے۔ اس کے اجزا اور جملہ عناصر ترکیبی انفرادا بھی متناسب ہوں۔ کسی معنی یا تجربے یا مضمون کو حسین انداز میں پیش کرنا آرٹ یا فن ہے۔ معنی کا حسن بھی اپنی نمود کے لیے صورت کا محتاج ہے۔ (۵)

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک تنقید نگاری کا بنیادی مقصد ادبی تخلیقات کی گہری سمجھ پیدا کرنا اور ان کی ادبی و فنی اقدار کو پرکھنا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے تنقیدی نقطہ نظر میں واضح کرتے ہیں کہ تنقید کا فریضہ محض کسی ادبی کام کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی تک محدود نہیں، بلکہ اس میں ادب کے لیے معیارات اور اصولوں کی تشکیل بھی شامل ہے۔ اگرچہ اصول سازی کا عمل عام طور پر فلسفے کا میدان سمجھا جاتا ہے، لیکن ڈاکٹر صاحب نے اسے تنقید کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ ان کا یہ موقف اس لیے بھی قابل ذکر ہے کہ وہ تنقید کو ایک سائنسی عمل کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس کی وجہ ان کا تجزیاتی اور منظم تنقیدی طریقہ کار ہے جو علمی و تحقیقی اصولوں پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مطابق تنقید کا بنیادی کام کسی فن پارے کا گہرائی سے جائزہ لینا ہے۔ اس میں فن پارے کی نوعیت، اس کے معیار اور خصوصیات پر جامع رائے دینا شامل ہے۔ مزید یہ کہ تنقید نگار کا فرض ہے کہ وہ فن پارے پر دیگر ادبی کاموں کے اثرات کا تجزیہ کرے اور ان کے درمیان تقابلی مطالعہ پیش کرے۔ ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

> "۱۔ بالمقصد مطالعہ۔ ۲۔ ادب پارے کے مطالب کی مختصر تشریح کسی رائے کے بغیر اس مقصد سے کہ پڑھنے والے کو ادب پارے کے مضامین معلوم ہو جائیں۔ ۳۔ ادب پارے کا تجزیہ یعنی اس کے مختلف اجزا کو مطالعہ کے بعد، کسی اصولی عقلی کے تحت نئی ترتیب سے پیش کرنا۔ ۴۔ مضامین کو وضاحت کی خاطر دوبارہ پیش کرنا، سائنسی طریق کار ہے۔ ۵۔ ادب پارے کے حسن و قبح پر رائے دینا، کسی اصول کی روشنی میں خواہ وہ اصول ذوقی و جمالیاتی ہو یا عقلی و فلسفیانہ: ۶۔ تحسین کے جذبے سے سرشار ہو کر، صرف

اچھے پہلوؤں کی نشاندہی کرنا۔ ۷۔ ایک جج کی طرح اچھے اور برے پہلوؤں کی نشاندہی کرنا۔ ۸۔ مجموعی رائے دینا کہ ادب پارہ کیا ہے؟ ۹۔ ادب یا ادب پارے پر دوسری زبانوں کے ادبوں یا اسی زبان کے دوسرے ادوار کے ادبوں کے تقابل سے رائے دینا۔(۶)

ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک ایک نقاد کے فرائض اور صفات کے حوالے سے درج ذیل نکات اہم ہیں :

نقاد کی شخصیت کثیر الجہت اور وسیع المشرب ہونی چاہیے۔ نقاد کو مختلف علوم سے گہرا ربط رکھنا چاہیے۔ نقاد کو متعدد فنون پر دسترس حاصل ہونی چاہیے۔ نقاد کے پاس مختلف شعبہ ہائے علم کا وسیع دائرۂ علم ہونا ضروری ہے۔ نقاد کو فن پارے کا تجزیہ کرتے وقت داخلی (فنی) اور خارجی (فکری) پہلوؤں کو مد نظر رکھنا چاہیے، خواہ وہ رائج اصولوں کے تحت ہو یا اپنی وضع کردہ معیارات کی روشنی میں۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اسلوب صرف تحریر کی خارجی صورت نہیں ہوتا، بلکہ وہ مصنف کی پوری شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔(۷)

اس کے علاوہ ڈاکٹر سید عبد اللہ اسلوب کے تین بنیادی عناصر بیان کرتے ہیں: ۱) پیرایۂ اظہار سے مراد وہ مخصوص انداز ہے جس میں شاعر یا ادیب اپنے خیالات کو بیان کرتا ہے۔ یہ دراصل کسی بھی فنکار کی منفرد زبان اور طرزِ بیاں کو ظاہر کرتا ہے، جو اس کے اسلوب کو دوسروں سے ممتاز بناتا ہے۔ ۲) اصولِ ذات ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک، ہر شاعر یا ادیب کو اپنے لیے فکری و فنی اصول وضع کرنے چاہیں اور پھر انہیں اپنی تخلیقات میں برتنا چاہیے۔ ۳) ذاتی شخصیت: جب کوئی شاعر اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق تخلیق کرتا ہے تو اس کی انفرادی پہچان نمایاں ہوتی ہے۔ یہ انفرادیت ہی اس کے اسلوب کو دلکش اور پہچان بناتی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق، یہی وہ خصوصیت ہے جو کسی بھی ادیب یا شاعر کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ ان تینوں عناصر (پیرایۂ اظہار، اصولِ ذات اور انفرادیت) کے امتزاج سے ہی کسی فنکار کا مخصوص اسلوب وجود میں آتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کا نثر کے بارے میں انتہائی واضح اور دوٹوک موقف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ادبی نثر جذبے اور منطق کے حسین امتزاج سے تشکیل پاتی ہے، جہاں جذبات کی خوبصورت رنگ آمیزی اور فکر کی گہرائی دونوں یکجا ہوتی ہیں۔ یہ نثر صرف معلومات پہنچانے تک محدود نہیں ہوتی، بلکہ قاری کے جذبات کو بھی متاثر کرتی ہے۔ جبکہ عام نثر محض عقلی دلائل اور واضح مطالب تک ہی محدود رہتی ہے۔ اگرچہ نثر کا بنیادی مقصد شعری جمالیات سے ہٹ کر منظم انداز میں خیالات کو پیش کرنا ہے، مگر انسان اسے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بھی بنا لیتا ہے۔ تاہم نثر کی اصل خصوصیت سوچی سمجھی ترتیب اور غور و فکر کے بعد خیالات کو پیش کرنا ہی ہوتی ہے، جس میں جذبات اور تجربات کو بھی منطقی انداز میں مرتب کیا جاتا ہے۔

کوئی نثر جسے ادبی ہونے کا دعویٰ ہے جذبے کی آمیزش سے خالی نہیں ہو سکتی۔ عام نثر اور ادبی نثر میں فرق یہ ہے کہ ادبی نثر میں تحریک بھی جذباتی ہوتی ہے اور اس کا نصب العین بھی یہ ہوتا ہے کہ مخاطب اور قاری کے

جذبے کو اپیل کرے، مگر عام نثر کا ملأ عقل و فکر سے خطاب کرتی ہے۔ اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ چند معلومہ مطالب کو قاری تک اس طرح پہنچا دیا جائے کہ مخاطب کو ان کا یقین ہو جائے۔ نثر کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اس سے وہ کام لیا جائے جو شعر میں بخوبی ادا نہیں ہو سکتا مگر انسانی عمل اور ذہن اس قسم کی حدوں اور قیدوں کا متحمل نہیں ہو سکتا وہ نثر کی وسعتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کو بھی اپنے جذبات کے اظہار کی جولا نگاہ بنا دیتا ہے۔ پھر بھی یہ فرق واضح رہتا ہے کہ چونکہ نثر کی بنیادی صفت سوچی سمجھی تنظیم فکر (Calculation) ہے اس لیے جذبات و تجربات سے نکلے ہوئے افکار کو غور و فکر سے مرتب کر چکنے کے بعد جب ان کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو نثر کے ذریعے کیا جاتا ہے۔(۸)

ڈاکٹر سید عبداللہ شاعری کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے شاعری کو ایک روحانی امر قرار دیتے ہیں اور اس کی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاعری نہ صرف غیر مرئی قوت ہے اور نہ محض نقالی، بلکہ یہ ان دونوں کے امتزاج سے پیدا ہونے والی ایک بالاتر حقیقت ہے۔ وہ شاعری کو ایک روحانی حکم کے طور پر دیکھتے ہیں جو انسان کے باطن سے پھوٹتا ہے۔ اس کے علاوہ، وہ شاعری کو "بھید" سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ایک ایسی پر اسرار حقیقت جس کی مکمل تشریح ممکن نہیں۔

"شاعری ایک وسیع سلسلہ عمل ہے جو بڑا ہی نہا ثروت اور پر معانی ہے جس کے تماش میں بہت سی چیزیں جن دی جاتی ہیں، مثلاً تخیل میں محفوظ جملہ تصاویر اشیاء فوری طور سے موجود احساسات جن کی صرف یادیں باقی ہیں، ان کے علاوہ مختلف النوع افکار و خیالات جن سے شاعر کبھی متاثر یا مستفید شعری عمل میں یہ ایہ سب چیزیں مل جل کر ایک "رشحہ الہام" بن جاتی ہیں ہو یعنی الہامات" کی پیچ در پیچ صورتیں باہم آمیز ہو کر ایک مربوط صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ایسے انداز سے کہ شاعر کو یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ وسیع اور گونا گوں مرکبات سے اپنی تخلیق تیار کر رہا ہے۔(۹)

ڈاکٹر سید عبداللہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ شاعری کو کسی خاص موضوع یا مقصد تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ شاعری محض نصیحت یا تلقین کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ زندگی کے ہر پہلو کو اپنے دائرے میں سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔(۱۰) مجموعی طور پر ڈاکٹر سید عبداللہ کی تنقیدی بصیرت اردو تنقید کے دبستان میں ایک روشن ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ معاصر تنقیدی ادب میں ایک ممتاز اور بلند مقام کے حامل ہیں۔ جب جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے پیچیدہ

تنقیدی مباحث نے اردو تنقید کو ایک گنجلک راستے پر ڈال دیا تھا ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضامین اور تصانیف میں روایتی اور سہل انداز کو اپنایا۔ انھوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ علمی گہرائی اور تحقیقی صداقت کو عام فہم زبان میں پیش کیا جا سکے جس سے نہ صرف ادب کے طالب علموں بلکہ عام قاری کے لیے بھی اعلیٰ ادبی تنقید تک رسائی ممکن ہو سکی۔ ان کا یہ طرزِ تحریر کسی علمی کمزوری کا نہیں، بلکہ ایک سوچی سمجھی ادبی حکمت عملی کا نتیجہ تھا۔ انھوں نے ثابت کیا کہ پیچیدہ علمی نکات کو بھی سادگی اور جامعیت کے ساتھ بیان کرنا ایک بزرگ فنکار کی علامت ہے۔ اسی منفرد اسلوب نے ان کی تنقید کو وقت گزرنے کے ساتھ مزید شاندار بنا دیا ہے اور آج بھی وہ اردو تنقید میں ایک روشن چراغ اور مستند حوالے کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ آخر میں ڈاکٹر روبینہ شاہین کی رائے قابل غور ہیں: ڈاکٹر سید عبد اللہ کا شمار اردو ادب کے اہم اکابرین میں ہوتا ہے۔ اگر ان معدودے چند لوگوں کا نام لیا جائے جنھوں نے اردو زبان و ادب کو اپنی زندگی کا حصہ نہیں بلکہ پوری زندگی بنایا تو ان میں ڈاکٹر سید عبد اللہ کو ضرور شامل کیا جائے گا۔[11]

مجموعی طور پر ڈاکٹر سید عبد اللہ کی تنقیدی بصیرت اردو تنقید کے دبستان میں ایک روشن ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ معاصر تنقیدی ادب میں ایک ممتاز اور بلند مقام کے حامل ہیں۔ جب جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے پیچیدہ تنقیدی مباحث نے اردو تنقید کو ایک گنجلک راستے پر ڈال دیا تھا ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضامین اور تصانیف میں روایتی اور سہل انداز کو اپنایا۔ انھوں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ علمی گہرائی اور تحقیقی صداقت کو عام فہم زبان میں پیش کیا جا سکے جس سے نہ صرف ادب کے طالب علموں بلکہ عام قاری کے لیے بھی اعلیٰ ادبی تنقید تک رسائی ممکن ہو سکی۔ ان کا یہ طرزِ تحریر کسی علمی کمزوری کا نہیں، بلکہ ایک سوچی سمجھی ادبی حکمت عملی کا نتیجہ تھا۔ انھوں نے ثابت کیا کہ پیچیدہ علمی نکات کو بھی سادگی اور جامعیت کے ساتھ بیان کرنا ایک بزرگ فنکار کی علامت ہے۔ اسی منفرد اسلوب نے ان کی تنقید کو وقت گزرنے کے ساتھ مزید شاندار بنا دیا ہے اور آج بھی وہ اردو تنقید میں ایک روشن چراغ اور مستند حوالے کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، دہلی: کتابی دنیا، ۲۰۰۴، ص ۶۵۹

۲۔ سوغات، محمد آیاز، مشمولہ، سید عبد اللہ کا فکری ارتقاء، امین الحق ہاشمی، ۱۹۶۷، ص ۲۰۷

۳۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر، اشاراتِ تنقید، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸، ص ۲۳۶

۴۔ ایضاً، ص ۲۳۷

۵۔ ایضاً، ص ۲۴۱

۶۔ ایضاً، ص ۱۳، ۱۲

۷۔ ایضاً، ص ۲۵۴

۸۔ ایضاً، ص۲۶۱،۲۶۰

۹۔ ایضاً، ص۳۰۷

۱۰۔ ایضاً، ص۲۸۵

۱۱۔ روبینہ شاہین، ڈاکٹر، ڈاکٹر سید عبداللہ شخصیت و فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان: ۲۰۰۷، ص۹

References:

1. Dr. Anwar Sadeed, Urdu Adab ki Tehreekain, Dehli: Kitabi Duniya, 2004, p. 659.
2. Saughat, Muhammad Ayaz, mashmoola: Syed Abdullah ka Fikri Irtiqa, Ameen-ul-Haq Hashmi, 1967, p. 207.
3. Dr. Syed Abdullah, Isharat-e-Tanqeed, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2018, p. 236.
4. Ibid, p. 237.
5. Ibid, p. 241.
6. Ibid, p. 12–13.
7. Ibid, p. 254.
8. Ibid, pp. 260–261.
9. Ibid, p. 307.
10. Ibid, p. 285.
11. Dr. Rubina Shaheen, Dr. Syed Abdullah: Shakhsiyat aur Fan, Islamabad: Academy of Letters Pakistan, 2007, p. 9.